اذکارِ
حبیبِ رضا
مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری
مرکزی مجلسِ رضا ○ لاہور

سلسلۂ مطبوعات مرکزی مجلس رضا، لاہور (۱۸)

اذکارِ حبیبِ رضا

یعنی

حضرت مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری رضوی میرٹھی خلیفۂ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے مختصر اذکار جمیلہ

مرتّب

حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری مدظلّہ

مرکزی مجلس رضا، لاہور

نام کتاب ———— اذکارِ حبیبِ رضا

مرتب ———— مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری

کتابت ———— مولانا شاہ محمد چشتی قصوری

پروف ریڈنگ ———— مولانا محمد عالم مختار حق، لاہور

بار اول — (۲۰۰۰) — رجب المرجب ۱۳۹۶ھ/جولائی ۱۹۷۶ء

بار دوم (۲۰۰۰) رجب المرجب ۱۳۹۷ھ/جولائی ۱۹۷۷ء

مطبع المعارف پریس۔ لاہور

ناشر ———— مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

ہدیہ ———— دعائے خیر بحق معاونین مجلسِ رضا

ملنے کا پتا

مرکزی مجلسِ رضا، نوری مسجد، بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور

نوٹ :- بیرونجات کے اصحاب تیس (۳۰) پیسے کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔

پیشِ لفظ

راجا رشید محمود ایم۔ اے

اسلام نام ہے فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور عمل کا، ہمارے آقا و مولی نے ہمیں تعلیم دی کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں، ہم نے مان لیا، آپ نے فرمایا اس دنیا کے بعد ہر آدمی کو آخرت میں اپنے اعمال کیلئے جوابدہ ہونا ہے، ہم نے تسلیم کیا آقا نے جو تعلیم دی اس کی توضیح اپنے مبارک عمل سے فرمائی، اللہ نے جو احکام دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات سے ان کی صراحت کی اور اپنے اسوہ حسنہ سے ان کا قابلِ تقلید نمونہ پیش کیا۔

جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپکے ارشادات کو سنا، آپ کی تعلیم کو حرزِ جاں بنایا، حضور کی سیرتِ پاک جن کی آنکھوں کے سامنے تھی، جنہوں نے آپکے نقوشِ پا کو سر کا تاج بنایا وہ ہدایت کے ستارے کہلائے، ان ستاروں سے اکتسابِ نور کرنے والے بلاشبہ منزلِ مقصود پہ پہنچے، حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور عمل کو اسلام سمجھنے اور ماننے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جن سے راہنمائی حاصل کرنیوالے بزرگ ہماری آنکھوں کے تارے ہیں، ایسے ہی بزرگوں کے دم قدم سے اسلام اپنی اصلی صورت میں قائم و دائم ہے، ان کو بھلا دینا، انکی زندگیوں کو اپنے لئے مشعلِ راہ نہ بنانا دینی و ملی لحاظ سے خودکشی کے مترادف ہے۔

جو قوم اپنے محسنوں کے نقوشِ پا سے اپنے دل و دماغ کو جلا نہ بخشے، ان کی راہوں پر چلنے سے صرفِ نظر کرے، ان کی زندگیوں سے اکتسابِ فیض نہ کرے انہیں بھول جانے کی حماقت میں مبتلا ہو وہ بہت جلد صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتی ہے، جن بزرگوں نے ہمیں تبلیغ و تشہیر اسلام کی راہیں سجھائیں، اپنے اعمال سے نیکیوں کے فروغ کے طریقے سکھائے، آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کیا، آپ کے اسوہ حسنہ سے محبت کی شمعیں روشن کیں اور بتایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بغیر ہر نیکی مردود اور ہر عمل غیر مقبول ہے ——— ایسے بزرگوں کی تعلیمات کو عام کرنا ہماری ملی زندگی کیلئے آبِ حیات کا کام دیگی اور اس میں کوتاہی سمِ قاتل کا درجہ رکھتی ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات

پاک احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے عبارت ہے، آپ نے دینِ حق کو اس کی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں کسی مخالفت، کسی رکاوٹ کی پروا نہ کی، آپ نے ہمارے دلوں میں راسخ کر دیا کہ اسلام حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا نام ہے اور حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق کے بغیر ہر عمل بیکار ہے اور دین کے معاملے میں غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنیوالوں یا دین کے نام پر اپنے محدود شخصی یا گروہی مفادات حاصل کرنیوالوں کا محاسبہ کیا۔

مرکزی مجلسِ رضا، لاہور نے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی حیاتِ پاک اور آپ کی تعلیمات پر علمی اور تحقیقی کام شروع کر رکھا ہے اور اب تک بہت سی مفید کتابیں منظرِ عام پر آ کر اہلِ علم و دانش سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے فیضان کی اشاعت کے پیشِ نظر اب خلفائے اعلیٰ حضرت کے سوانحی خاکوں اور تبلیغی سرگرمیوں پر بھی کام ہو رہا ہے تاکہ فیض و رحمت کے ان سرچشموں سے بھی عالم مستفید ہو اور شریعت و طریقت کے ان سدابہار پھولوں کی مہک سے لوگ اپنی زندگیوں کو معطّر کر سکیں۔

حبیبِ رضا کے اذکار حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری مدظلہ کی تالیفِ لطیف ہے جس میں ان کے گرامی قدر والد خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی ہیں، مولانا الشاہ محمد عارف اللہ قادری اور مرکزی مجلسِ رضا نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے مطالعے سے آپ اپنی زندگیوں میں کیا تبدیلی محسوس کرتے ہیں، دین کی تبلیغ و اشاعت میں، سرورِ کائنات (فداہ امی وابی) اور ان کے نام لیواؤں کی محبت میں اور اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کے فیض یافتگان کے تتبع میں آپ کا عمل کیا ہوتا ہے۔

اللہ کریم ہمیں بزرگانِ دین کی محبت عطا کرے اور ہم ان کی زندگیوں سے کسبِ فیض کر کے دین و دنیا میں سرخرو ہوں، آمین۔

حبیبِ رضا کے اذکار

۱۹ ۵ ۷ ء

نحمدہ وبہ نستعین ونصلی ونسلم علی النبی الامین

حرفِ آغاز مجھے مسرت ہے کہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کی تحریک پر جناب محمد صادق قصوری، اس صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ الکریم کے خلفاء کے حالات قلمبند کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دینے کا عزم رکھتے ہیں[1]، انہوں نے اس سلسلہ میں مجھ سے حضرت والدی المعظم سیدی ومولائی مرشدی وملجائی مولانا القاری الحافظ الحکیم الشاہ محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی (علیہ رحمۃ الباری) کے مختصر حالاتِ زندگی لکھنے کی بار بار فرمائش کی لیکن میں اپنے دینی وملی مشاغل کی بنا پر بتاخیر اس سعادت میں شرکت کر سکا جس کا مجھے افسوس ہے۔

اس سے قبل جناب مولانا محمود احمد صاحب قادری مدرس مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور (بھارت) نے ۱۹۷۰ء میں مجھ کو بار بار اپنے مرتب کردہ تذکرہ علمائے اہلسنت کے لئے حضرت والد ماجد اور بعض دوسرے اکابر علماء کے حالات قلمبند کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن میرے مشاغل نے اجازت نہ دی۔ اس بار جناب صادق قصوری صاحب کے اصرار نے مجھ کو مجبور کر دیا ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

میں اس مقدس فریضہ کی بجا آوری میں اس لئے بھی ہچکچاہٹ محسوس کرتا رہا کہ ۱۹۵۰ء میں ہندوستان سے ہجرت کرتے ہوئے ضروری یادداشتیں ساتھ نہ لا سکا لیکن آج اس امید پر کہ شاید زندگی کی یہی ساعتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبول پا کر ذریعۂ نجات بن جائیں اور امام احمد رضا بریلوی کی بارگاہ میں یہ چند سطور عقیدت ومحبت کا بہترین وسیلہ ثابت ہوں۔ حبیبِ رضا

---

[1] خلفائے اعلیحضرت پر مشتمل یہ کتابچہ تیار ہو چکا ہے اور جلد زیورِ طباعت سے مزین ہونے والا ہے۔

کے حالاتِ زندگی لکھ رہا ہوں ؎

احب الصالحین ولست منہم

لعل اللہ یرزقنی صلاحا

ولادت و بشارت

چاند رات رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ دو بجے شب قدیمی مکان متصل مسجد جامع (خیر المساجد والمعابد) محلہ خیر نگر دروازہ میرٹھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ایک صاحب کشف بزرگ مولانا نور اللہ صاحب ساکن گلاؤٹھی (جو عرصۂ دراز سے مسجد جامع خیر المساجد کے ایک حجرہ میں رہائش پذیر تھے اور شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے) نے حبیب اللہ نام تجویز کیا اور پیشگوئی فرمائی کہ یہ مولودِ مسعود دولتِ حفظِ قرآنِ کریم سے مالامال ہوگا۔

جدِ امجد کی دعا

میرے جدِ امجد حضرت الحاج الحافظ الشاہ محمد عظیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۳ء میں جب حج و زیارت سے مشرف ہوئے تو غلافِ کعبہ تھام کر یہ دعا کی تھی: "الٰہا بادشاہا بے نیازا! تیری بے شمار نعمتوں اور ان گنت احسانات کا شکریہ ادا کرنے سے زبان قاصر ہے، تیرا یہ عظیم کرم ہے کہ تو نے اپنے گھر کا طواف کرنے اور مدینہ منورہ میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔ اے مالک و مولیٰ میری یہ محبوب تمنا بھی پوری فرما کہ میرا اکلوتا بیٹا حبیب اللہ میری زندگی میں حفظِ قرآنِ کریم کی سعادت پائے اور میں اسے خدمتِ دینِ متین میں مصروف دیکھ کر دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔"

یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

کلی یہ دل کی کھلے اور پھول ہو جائے

چنانچہ بحمدہٖ تعالیٰ اس دعا کا ایک ایک لفظ قبول ہوا، حضرت دادا جان علیہ الرحمۃ کا ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۱۲ء یومِ یکشنبہ بعمر ۵۵ سال ۱۱ بجے دن وصال ہوا تو حضرت والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ خاندانی دستور کے مطابق دادا حضور کی زندگی میں خطابت و امامت، افتاء نویسی و وعظ، تذکیر و تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے۔ حضرت جدِ امجد کا

قطعۂ تاریخِ وصال اس وقت کے ایک عالم مولانا عبدالصمد بدایونی نے لکھا ؎

حاجی و حافظ عظیم اللہ آنکہ	مردِ نیکو بود نامِ نیک برد
فکر در تاریخِ او کردم صمدؔ	گفت ہاتف سن "عظیم اللہ مرد"

۱۳ ھ ۱۳۰

تعلیم و تربیت حسبِ سنتِ سلفِ صالحین و دستورِ اکابر بعمر ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن رسمِ تسمیہ خوانی ہوئی جس میں خاندان کے اکابر نے دعائیں کیں، میرٹھ کے مشہور مدرسہ امداد الاسلام (صدر) کو حضرت کی ابتدائی تعلیم کے لئے اس وجہ سے منتخب کیا گیا کہ اس کے بانیوں میں میرے جدِ امجد کا بھی شمار تھا اور اس کے شعبۂ تجوید و حفظ کی ذمہ داری میرے نانا جان حضرت حافظ قاری حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھی۔ رسمِ تسمیہ خوانی کے بعد ناظرہ قرآن کریم اور اردو تعلیم گھر پر حاصل کی لیکن جب عمر مبارک سات سال کی ہوئی تو حضرت صاحب اپنے حقیقی چچا حضرت حافظ حفیظ اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے ہمراہ روزانہ صبح مدرسہ صدر جاتے اور شام کو ساتھ ہی واپس آتے تھے۔ حضرت نے دسویں سال میں نانا جان سے حفظ و تجوید کی تعلیم مکمل فرمائی لیکن نوعمری کی وجہ سے تراویح میں قرآنِ کریم نہیں سنایا جا سکا۔

۱۳۱۴ھ میں حافظ کلام اللہ کی پہلی اور تاریخی محراب

عمر کے گیارہویں سال مسجد جامع خیر المساجد و المعابد میں پہلی بار تراویح میں قرآنِ کریم سنایا۔ ایک عالم صاحب نے تاریخ پر مشتمل یہ اشعار تقریب ختمِ کلامِ پاک پر پڑھے جن میں میرے جدِ امجد کو ہدیۂ تبریک پیش کیا گیا ہے ؎

جزاک اللہ عظیم اللہ بعقبےٰ	حبیب اللہ کہ عمرش باد افزوں
بآں لہجہ کلامِ حق ادا کرد	کہ قرأت گشت بر ہر لفظ مفتوں
نہ مد از حدِ خود سر بر کشیدہ	بجائے خویش بد ہر حرف موزوں
زہے قرأت کہ از بہرِ شنیدن	گروہِ قدسیاں آمد ز گردوں
برائے یاد از رہِ ہدایت	بگو ختمِ کلام اللہ ہمایوں

۵ ۰۹ ھ ۱۳

حسنِ صوت وادائیگیٔ مخارج کی وجہ سے پورے شہر میں دھوم مچ گئی چنانچہ دوسرے سال مسجد ہاتھی خانہ میں، تیسرے سال اخترِ مسجد میں، چوتھے اور پانچویں سال مسجد حاجی گنج علم رحمۃ اللہ علیہ میں اور پھر لگاتار بر سول مسجد جامع خیر المساجد میں قرآنِ کریم سنایا، جہاں حضرت دادا جان علیہ الرحمہ خود سماعت فرماتے تھے۔

خیر المساجد والمعابد ۱۱۰۳ھ

زبیری خاندان (جسے عام طور پر کنبوہ بھی کہا جاتا ہے) کے جن بزرگ کے نام کی طرف میرٹھ کی یہ حسین وجمیل و وسیع جامع مسجد منسوب ہے ان کا خاندانی نام محمد خان تھا لیکن سلطنتِ مغلیہ کی طرف سے نواب خیر اندیش خاں کا لقب عطا ہوا، اس خطاب کی مناسبت سے انہوں نے اپنے وطن میرٹھ میں محلہ کا نام خیر نگر رکھا اور عالیشان مسجد کی تعمیر پر اس کا تاریخی نام خیر المساجد والمعابد رکھا اور قلعہ کا نام مرکز الخیر مشہور ہوا۔

نواب صاحب موصوف نے تین مغل بادشاہوں کا زمانہ دیکھا، اول شاہزادہ دارا شکوہ، ان کے قتل کے بعد حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ اور آخر میں شاہ عالم بہادر شاہ کے دور میں شش ہزاری منصب پر فائز ہوئے، ایک سو بیس سال کی عمر میں عید کے دن وصال فرمایا ان کی تاریخِ وفات ہے: "نواب نمازِ عید در جنت کرد" (۱۱۲۲ھ) اس خاندان کے اکثر وبیشتر افراد کا مرجعِ عقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ الباری کا پیر خانہ مارہرہ شریف ہے۔

موئے مبارک

نواب صاحب خلد آشیانی کا معمول تھا کہ سوتے وقت بارہ سو مرتبہ کسی بزرگ کا تعلیم کردہ درود شریف پڑھا کرتے تھے، اس کی برکت سے ایک رات زیارت سے مشرف ہوئے جس میں بشارت دی گئی کہ اس حلیہ کا ایک درویش تم کو تبرکاً ہمارا موئے مبارک دے گا چنانچہ کچھ ہی دن بعد اسی شکل وصورت کا ایک درویش نواب صاحب خلد آشیانی سے ملا اور اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہمارا موئے مبارک نواب صاحب کو پہنچا دو۔

نواب صاحب نے درویش کو بٹھایا اور خود اندر گئے تاکہ نذر پیش کرنے کے لئے زر وجواہر سے بھرا ہوا تھال باہر لائے لیکن درویش غائب ہو چکا تھا، پیادہ وسوار ہر طرف

دوڑائے مگر درویش کا پتا نہ چل سکا۔ نواب صاحب خلد آشیانی کی وفات کے بعد وہ موئے مبارک سلطان العارفین حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ کے ہاں مارہرہ شریف بھیجدیا گیا، اس موئے مبارک کی سال میں دو مرتبہ عرس مبارک کے موقع پر زیارت کرائی جاتی ہے۔

حضرت شاہ سید برکت اللہ صاحب قدس سرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے شیوخ طریقت سے ہیں اور ان کا ذکر مبارک اعلیٰ حضرت کے منظوم اردو شجرہ میں اس طرح کیا گیا ہے ؎

عشق حق دے عشقیٔ عشق انتما کیواسطے دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات سے

تقسیمِ ہند کے بعد خیر اندیش خانی خاندان کے بہت سے لوگ راولپنڈی، لاہور، پشاور اور کراچی میں باعزت عہدوں اور باوقار تجارت میں مشغول ہیں۔

حفظِ قرآن کے بعد

کتاب اللہ کا سینۂ بے کینہ میں محفوظ ہونا تھا کہ زبانِ پہلوی (فارسی) نے بھی اسے اپنا آشیانہ بنا لیا اور عمر کی صرف گیارہویں منزل میں ہی حافظِ قرآن مثنوی مولوی معنوی کی زبان تک رسا ہوا، یہ رسائی مدرسہ عالیہ رونق الاسلام کنبوہ دروازہ میرٹھ کے مدرس جناب مولانا ریاض الدین صاحب افضل گڈھی کے ذریعہ عمل میں آئی۔

عربیٔ مبین سے عربی مبین کی جانب

قرآنِ عربیٔ مبین پہلے ہی الفاظ کی صورت میں لوحِ دل پر لکھا جا چکا تھا اب حسنِ معانی کی رونمائی کے لئے آئینۂ دل بھی تیار تھا چنانچہ اس تقریب کی جلوہ گاہ میرٹھ کی قدیم علمی درسگاہ مدرسہ قومی واقع مسجد جامع خیر المساجد قرار پائی جہاں ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ میں اپنی عمر کے بارہویں موڑ سے القرآن کی روشنی میں علوم دین کی شاہراہ پر جادہ پیما ہوئے اور درسِ نظامی کا آغاز فرمایا۔ مدرسہ کے صدر مدرس مولانا عبد المؤمن صاحب تھے۔ درس نظامی کے ساتھ ہی شہر کے مشہور طبیب حکیم نصیر الدین صاحب دہلوی سے فنِ طب کی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ اس دور میں اکثر علماء کرام درس نظامی کے ساتھ ہی کتبِ طب کی تکمیل ضروری جانتے تھے تاکہ خدمتِ دین کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق بھی کی جا سکے۔

مدرسہ قومی خیراندیش خاندان کے ایک بزرگ حافظ روح اللہ خاں صاحب مرحوم نے اپنے وطن میرٹھ میں ۱۲۹۴ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مسجد جامع خیر المساجد سے ملحق مدرسہ کی عمارت تعمیر کرائی۔ مدرسہ میں حفظ قرآن کریم، درس نظامی اور انگریزی تعلیم کا انتظام کیا۔ موصوف کے مخیر والد جناب حاجی ممتاز علی خاں مرحوم نے سعادت مند بیٹے کی خواہش کے پیش نظر اپنی جائیداد کا بڑا حصہ اخراجات مدرسہ کے لئے وقف فرما دیا۔ یہ مدرسہ آج تک بڑی کامیابی سے چل رہا ہے ؎

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میرے آباء و اجداد نے اسی مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور مسجد جامع خیر المساجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ حضرت والد ماجد کی علالت کے بعد خطابت و امامت کی ذمہ داریاں راقم الحروف سے متعلق رہیں ؎

خیال و فکر کی سچائیاں بھی شامل ہیں
مرے لہو میں مرے شجرۂ نسب کی طرح

اور جب بھارتی حکومت نے میری گرفتاری کے احکام جاری کئے تو میں ۷ اپریل ۱۹۵۰ء بعد نماز فجر میرٹھ کے در و دیوار کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا رخصت ہو گیا ؎

یہ اک ناگفتہ بہ افسانہ ہے سیماب کیا کہئے
وطن سے کنج غربت کی طرف آنے پہ کیا گزری

۱۳۲۷ھ میں جشن دستار فضیلت عظیم باپ کا حبیب بیٹا القرآن کی منزل سے گزرتا ہوا جب الحدیث کی روشن شاہراہ پر پہنچا تو اہل علم و فضل نے اسلاف کی روش کے مطابق فیصلہ کیا کہ تقویٰ میں ملبوس "العالم الحبیب" کے سر پر علم و فضل کا تاج پہنایا جائے اور اہتمام جشن دستار فضیلت کیا جائے۔

حضرت کی دستار بندی کے موقع پر حضرت جد امجد کے مریدین اور تلامذہ نے جلسہ گاہ کو خوب آراستہ کیا اور شہر والوں نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرنے کے لئے وہ سب کچھ کیا جو اُن سے

متوقع تھا۔

مولانا حکیم نقی حسین صاحب، مولوی اعزاز علی صاحب مدرسِ ادب دار العلوم دیوبند، مولانا محمد علی صاحب نامی پروفیسر الہ آباد دیونیورسٹی، مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی (والدِ ماجد علامہ شاہ احمد نورانی) آپ کے درسِ نظامی کے ساتھی اور حکیم ظہیر الدین صاحب دہلوی اور حکیم بندو میرٹھی، طب کے ساتھی تھے۔

حقیقت پسند دیوبندی

مولانا عبد المؤمن صاحب بیشتر علماءِ اہلسنت کے استاد تھے، ان کا مزاج اعتدال پسند تھا، وہ اگرچہ مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے لیکن ان کی حق پسندی کا یہ عالم تھا کہ جب میرٹھ میں اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہونے کی ابتداء حضرت والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کے ذریعہ ہوئی اور حضرت صاحب نے اس بارے میں ایک مستفتی کے جواب میں فتویٰ لکھا تو اس کی تصدیق جہاں اور بہت سے علماءِ کرام نے فرمائی وہاں مولانا عبد المؤمن صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ قومی (میرٹھ) نے بھی یہی تائید کی، اس فتوے کی تصدیق کرنے پر علماءِ دیوبند بہت برافروختہ ہوئے لیکن مولانا موصوف نے اس کی پروا نہ کی۔

قیامِ میلادِ مبارک

مولانا عبد المؤمن جب مدرسہ قومی کی صدر مدرسی چھوڑ کر مدرسہ امداد الاسلام (صدر) میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے تو ان کا یہ معمول رہا کہ جب بھی شہر آتے تو حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے مکان پہ ضرور تشریف لاتے، ایک مرتبہ مولانا جب معمول کے مطابق تشریف لائے تو محفلِ میلادِ مبارک منعقد تھی اور ذکرِ ولادتِ شریفہ ہو رہا تھا، مولانا بڑے ادب سے شریکِ محفل ہوئے اور جب قیام کا وقت آیا تو مولانا دست بستہ کھڑے ہو گئے، مجلس کے ختم ہونے پر اور مہمان تو رخصت ہو گئے لیکن مولانا عبد المؤمن صاحب موجود رہے۔

میرے والدِ ماجد نے مولانا سے کہا کہ آج مسئلۂ قیامِ تعظیمی کے جواز پر آپ کا عملی ثبوت مہیا ہو گیا، مولانا نے فوراً جواب دیا کہ مولانا! جب قاریٔ مولد نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیے، تو یہ جملہ سن کر کھڑا ہونا فرض تھا اور نہ کھڑا ہونا کفر تھا۔

تجارت دین برائے دین اور تجارت برائے زیستن و عافیت حیاتِ طیبہ کا بڑا دلکش عنوان رہا ہے، محدثین نے حضور سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کے تاجرانہ تقدس اور شغلِ غلہ بانی کے ذکر سے ابوابِ حدیث کو مزین کیا ہے۔ بزرگانِ دین نے ہر دور میں اس سنت کو اپنایا، یہ کیسے ممکن تھا کہ اس دور کا متبعِ سنت اس روش کو نہ اپناتا، چنانچہ درسِ نظامی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ علیہ کے معمول پر عمل کرتے ہوئے ایک سال کپڑے کی تجارت میں گزارا لیکن معتقدین و زائرین کی آمد و رفت اور بیرونی دوروں کی مشغولیت کی بنا پر اس مشغلہ کو ترک کرنا پڑا۔

تدریس میرٹھ کے مشہور مدرسہ امداد الاسلام (صدر) میں چند سال عربی و فارسی کی تدریسی خدمات انجام دیں۔

اتالیق سیشن جج نواب محمد اسحٰق خاں صاحب والیٔ ریاست جہانگیر آباد (جن کی مستقل رہائش میرٹھ میں تھی) نے اپنے ایک صاحبزادہ غلام علاء الدین عرف مولانا میاں کی عربی تعلیم کے لئے بطور اتالیق مقرر کیا، صبح نواب صاحب مرحوم و مغفور کی سواری کی گاڑی (فٹن جس کو اس زمانہ کے رؤسا استعمال کرتے تھے) حضرت صاحب کو شہر سے ان کی کوٹھی واقع صدر لیجاتی اور شام کو واپس پہنچا دیا کرتی تھی، یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔

دنیا سے بے رغبتی حضرت جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ ایک بار ریاست رامپور میں اپنے ایک عقیدتمند ڈپٹی عبد الغفور صاحب مدار المہام ریاست رامپور کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے باصرار فرمایا کہ حضور والا اپنے صاحبزادہ مولانا حبیب اللہ صاحب کو میرے سپرد فرما دیجئے، میں انگریزی تعلیم دلا کر کسی اچھے عہدہ پر فائز کرا دوں گا لیکن حضرت دادا جان علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ انگریزی تعلیم حاصل کر کے کسی عہدہ پر فائز ہو جائیں گے تو میرا مقصد فوت ہو جائے گا، میں تو انہیں صرف خدمتِ دین میں مشغول دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل ہو۔

شادی حضرت جدِ امجد نے حضرت صاحب کے نکاح کے لئے اپنے برادرِ خورد حضرت حافظ حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی کا انتخاب فرمایا چنانچہ

۱۶ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ کو بعمر ۱۸ سال تقریب عقد منعقد ہوئی، اس طرح حضرت حافظ حفیظ اللہ صاحب میرے والدِ ماجد کے حقیقی چچا، استاد اور خسر ہوئے، اولاد میں ذکور و اناث سات سات ہوئے، نرینہ اولاد میں سے صرف فقیر راقم الحروف بقیدِ حیات ہے۔

اعلیٰ حضرت کی نگاہِ دور رس نے مسلکِ اہلِ سنت کی تبلیغ

بارگاہِ رضوی میں حاضری

کے لئے اپنے معتمدِ خصوصی مولانا الحاج سید محمد حسین صاحب بریلوی کو میرٹھ میں مستقل رہائش اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ میرٹھ میں علمارِ دیوبند کے اثرات اس لئے زیادہ تھے کہ مدارسِ عربیہ اور بعض مساجد میں ان کی نمائشی حنفیت، فاتحہ و نذر و نیاز میں ان کی شرکت نے عوام کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے تھے۔

اعلیٰ حضرت کو سید صاحب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب دار العلوم دیوبند کا پہلا سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا تو اعلیٰ حضرت نے مہتمم مدرسہ دیوبند کے نام اپنا ایک مکتوب سید صاحب کے ذریعہ بھیجا تھا جس میں دیوبندی عقائد کی وضاحت طلب کی گئی تھی۔ اس جلسہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی کی الافاضات الیومیہ جلد پنجم ملفوظ نمبر ۲۲۵ مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون، صفحہ ۲۲۰ ملاحظہ فرمائیے:

"ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب (الحاج خان بہادر بشیر الدین مرحوم میرٹھی) نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں میں اور بریلویوں میں صلح ہو جائے، میں نے کہا ہماری طرف سے کوئی جنگ نہیں، وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں، ہم پڑھاتے ہیں وہ نہیں پڑھتے تو ان کو آمادہ کرو (مزاحاً فرمایا کہ ان سے کہو آ، مادہ، نر آگیا) ہم سے کیا کہتے ہو؟"

مولوی تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جہاں جلسہ کی اہمیت اور علمارِ اہلِ سنت (بریلویوں) کی اقتدار میں نمازوں کی صحت ثابت ہوتی ہے وہاں تھانوی صاحب کے مزاحیہ جملے (آ، مادہ، نر آگیا) سے ان کی کور ذوقی اور ذہنی پستی کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔

حضرت سید صاحب مرحوم نے محلہ خیر نگر میں مکان کرایہ پر لیا اور شہر کی ممتاز جامع مسجد خیر المساجد کو نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے منتخب کیا، مولانا موصوف نے اپنا یہ واقعہ بھی سنایا تھا کہ میرٹھ پہنچکر مجھ کو تجارتی مشغلہ کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ میں نے ایک خضاب تیار کیا اور ایک طلسمی پریس ایجاد کیا اور بریلی شریف جاکر اعلیٰ حضرت کے سامنے دونوں چیزیں پیش کر کے دعا کی درخواست کی، اعلیٰ حضرت نے خضاب کے متعلق فرمایا کہ " اس روسیاہی سے بچئے " اور پریس چلانے کی اجازت بھی دی اور دعا بھی فرمائی مولانا مرحوم کا وصال چند سال ہوئے کراچی میں ہوا، حضرت مولانا نے محلہ کے جن احباب سے رشتۂ مودت واخلاص قائم فرمایا ان میں میرے والدِ ماجد سرِ فہرست تھے۔

اعلیٰ حضرت کی علمی شہرت اور مولانا مبرور کی رفاقت نے محرم الحرام ۱۳۳۱ھ میں بریلی شریف آستانۂ عالیہ پر حاضر ہونے کی سعادت بخشی، وہاں پہنچکر اخبارات میں جو کچھ پڑھا تھا اور لوگوں سے جو کچھ سنا تھا، اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر پایا۔ اگر ایک طرف اکابر علماء علمی مسائل میں استفادہ کر رہے تھے تو دوسری جانب عقیدت مندوں کا ہجوم صرف زیارت سے مشرف ہونے کے لئے چشم براہ تھا، کچھ علماء مسودات کی تبییض میں مصروف تھے اور کچھ صوفیہ ومشائخ تصوف کے اسرار ورموز پر تبصرہ کے محتاج نظر آتے تھے غرض حاضرین میں ہر ایک کو ایک لگن میں محو پایا۔ حضرت والدِ ماجد نے بیعت سے مشرف ہونے کی خواہش ظاہر کی جس کو شرفِ قبول حاصل ہوا۔

میرٹھ میں جلسۂ عیدِ میلاد کا آغاز (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

آستانۂ عالیہ رضویہ سے مراجعت فرماتے ہی مسلک کی تبلیغ اور عوام میں دینی شعور پیدا کرنے کا والہانہ جذبہ پیدا ہوا اور احباب اہلسنت کے مشورہ سے طے پایا کہ سہ روزہ جلسۂ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منعقد کیا جائے جن احباب کو شریکِ مشورہ کیا گیا ان میں حضرت مولانا سید محمد حسین صاحب بریلوی، خواجہ محمد اکبر خاں صاحب وارثی مصنف میلادِ اکبر، جناب صوفی محمد ادریس علی شاہ صاحب، حضرت مولانا الحاج احمد مختار صاحب صدیقی (علامہ شاہ احمد نورانی کے نانا) حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم

صاحب صدیقی (والدِ ماجد علامہ شاہ احمد نورانی) جناب حکیم محمد میاں عرشی فرزند حضرت مولٰنا عبدالسمیع صاحب بیدلؔ مصنف انوارِ ساطعہ، مولانا حافظ حفیظ الدین صاحب سوداگر صدر، حافظ شفیق الٰہی صاحب سوداگر، حافظ رفیق الٰہی صاحب سوداگر، خان بہادر شیخ وحید الدین و شیخ بشیر الدین صاحبان رؤساءِ لال کرتی، جناب حکیم فخر الدین صاحب سرائے بیلی رام، بھیا شیخ احسان الحق صاحب لال کرتی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ میرٹھ میں عظیم الشان سہ روزہ جلسہ کرنے کا فیصلہ کچھ آسان نہ تھا اور بالخصوص ایسے وقت جبکہ اس نام سے عام جلسوں کا رواج پورے ہندوستان میں شاذ و نادر ہی تھا۔ ادھر جلسہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور ادھر جلسہ کو ناکام بنانے کے منصوبے جنم لے رہے تھے۔

علماءِ دیوبند کے وہ فتاوے جن میں میلادِ مبارک کو (معاذ اللہ) کنہیا کے جنم اور عیسائیوں کی نقل سے تشبیہ دی گئی تھی، پوسٹروں اور کتابچوں کی صورت میں مفت تقسیم کئے جارہے تھے، مساجد میں عوام کو بھڑکایا جارہا تھا لیکن ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

علماءِ اہلسنت کی دینی کاوشوں اور عوام کے جوشِ عقیدت نے جلسوں کو امید سے زیادہ کامیاب بنایا۔ ۱۰/۱۱/۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ صبح، دوپہر اور رات کو ہندوستان کے مشاہیر علماء نے مسلمانانِ میرٹھ کو ایک نئی زندگی بخشی، ہر جلسہ کا اختتام صلوٰۃ و سلام پر ہوتا تھا۔ اس جلسے کے اثرات نے قرب و جوار کے شہروں، دیہاتوں اور ہر محلہ کے مسلمانوں میں ایسی تازگی پیدا کی کہ گھر گھر نعت خوانی اور محافلِ میلاد کا چرچا ہونا شروع ہوگیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا افترا

یوں تو جلسہ کی کامیابی نے دیوبندیوں کے پورے کیمپ میں ہلچل ڈالدی تھی لیکن محلہ خیر نگر کے رہنے والے بعض دیوبندیوں نے تھانہ بھون پہنچکر اپنی جماعت کے حکیم الامت صاحب سے کوئی مؤثر نسخہ تجویز کرنے پر زور دیا چنانچہ انہوں نے ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ کو ایک وعظ کہا جسے النور کے نام سے شائع کیا گیا اور دوسرے سال ۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں اپنے گاؤں

(تھانہ بھون) کی جامع مسجد میں وعظ کہا جس کو النظہور کے نام سے شائع کیا گیا اور اس کے صفحہ ۲۹ پر یہ لکھا:

"انہوں نے (یعنی موجدانِ عید میلاد النبی) بیان ولادتِ شریف میں یہانتک بے ادبی کی ہے کہ صبح صادق کے وقت وہ بیان ہوا اس لئے کہ حضور کی ولادتِ شریف اسی وقت ہوئی ہے اور ایک گہوارہ لٹکایا گیا، غرض پوری نقل بنائی گئی اگر یہی نقل ہے تو خدا خیر کرے، ایک عورت کو بھی لادیں گے اور اسکو کہدیں گے کہ چلّایا کرے۔"

دیکھا آپ نے یہ افترا کسی عام جاہل کی طرف سے نہیں بلکہ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اور پیرِ طریقت کی طرف سے مجمعِ عام میں لگایا گیا اور پھر بمصداق ؎

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس دروغ بافی کو بصورتِ رسالہ شائع کیا گیا ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

رسالہ میں حکیم الامت صاحب کی اس جرأت پر جلسہ عیدِ میلادِ مبارک کے ایک رکن خاص جناب قاضی منتظم الدین صاحب صدیقی نے ایک اشتہار بعنوان "تھانوی دروغ بافی" شائع کیا اور اس میں گہوارہ والی بات سچ ثابت کرنے پر پانچہزار روپے انعام مقرر کیا گیا، اشتہار کے دائیں بائیں جو اشعار درج تھے، ان سے آپ بھی لطف اندوز ہوں ؎

اے بسرا پردۂ طیبہ بخواب	خیز کہ شد تھانہ بھون ہم خراب
فتنۂ برپا شدہ کز دیوبند	تھانہ بھون کرد و را چار چند
حیف کہ ظلمتکدۂ کفر شد	آنکہ گہے مطلعِ انوار بد
یا علیے در صفِ میداں فرست	یا عمرے بر سرِ شیطاں فرست

مندرجہ بالا اشعار بارگاہِ نبوی میں بطورِ استغاثہ پیش کئے گئے، عیدِ میلاد کے پوسٹروں، اشتہاروں اور خصوصی دعوت ناموں پہ جو اشعار شائع کئے جاتے تھے ان کو قارئینِ کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے لکھتا ہوں ؎

ے مژدۂ جاں بخش لائی عیدِ میلادالنبی ابرِ رحمت بن کے آئی عیدِ میلادالنبی
کیوں نہ ہو شاداں گروہِ عاشقانِ مصطفیٰ حق تعالیٰ نے دکھائی عیدِ میلادالنبی

حضرت والدِ ماجد کا نام داعی و بانیٔ جلسہ ہونے کی حیثیت سے بصورتِ شعر اس طرح لکھا جاتا ہے

بعونِ حضرتِ حق و رسولِ عالیجاہ
مکلفِ اہلِ محبت کا ہے حبیب اللہ

یہ سالانہ جلسے بحمدہٖ تعالےٰ آج تک جاری ہیں، حضرت والدِ ماجد کی علالت کے بعد جلسہ کی انتظامی ذمہ داریاں مجھ پر آپڑیں۔ ۱۹۵۰ء میں جب بھارتی حکومت نے میری گرفتاری کا حکم جاری کیا تو میں نے اراکینِ جلسہ کے مشورہ سے جلسہ کے تمام حسابات آمد و خرچ اور اس کا ملکیتی سامان حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ کے سپرد کر دیا۔

شرفِ خلافت و اجازتِ بیعت ۲۱ر ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء

بریلی شریف میں ایک سال کی مسلسل حاضری، مجددِ وقت کی پُراثر صحبت اور زہد و ریاضت کی کثرت نے وہ جلا بخشی کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے بیعت سے صرف گیارہ مہینے بیس دن بعد شرفِ خلافت سے نوازا جب حضرت صاحب عید الاضحیٰ کے بعد سلام عید کے لئے آستانۂ عالیہ رضویہ پر حاضر ہوئے تو وہاں چند علماء کو خلافت عطا فرمانے کا تذکرہ سنا، بازار سے نئے عماموں کی خریداری دیکھی اور باہر سے آنے والے کچھ علماء سے ملاقاتیں بھی ہوئیں لیکن حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میرے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ وہم و گمان تک نہ تھا کہ آج کی خصوصی مجلس میں سلسلۂ عالیہ قادریہ و چشتیہ کی عظیم امانت (خلافت) سے مجھ ایسے حقیر و فقیر کو بھی نوازا جائیگا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جب اکابر علماء کی دستار بندی ہو چکی تو اس فقیر قادری کو قریب بلا کر فرمایا کہ: "مولانا! دل چاہتا ہے کہ فقیر اپنے سر کا مستعمل عمامہ آپ کو دے" اور یہ فرما کر عمامہ میرے سر پر باندھ دیا گیا [illegible] اجازت بیعت دے [illegible]

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں اپنی بے بضاعتی کے تصور سے لرزہ براندام ہوگیا اور اشکبار آنکھوں سے قدمبوسی کی سعادت حاصل کی ؎

مری طلب بھی تو ان کے کرم کا صدقہ ہے — قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

میرے خیال میں یہ عظیم خصوصیت اس مجلسِ خلافت کے علاوہ شاید ہی کسی خوش نصیب کو میسر ہوئی ہو۔

دوسری خصوصیت یہ حاصل ہوئی کہ خلافت نامہ میں اعلیٰ حضرت نے میرے والدِ ماجد کا نام حبیب رضا تحریر فرمایا، چنانچہ اس مناسبت سے اعلیٰ حضرت کے خلفِ اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا الحاج حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے منظوم شجرہ شریف میں ان دو شعروں کا اضافہ فرمایا ؎

کر حبیب اللہ یا رب واسطہ محبوب کا — شاہ حبیب اللہ محبوبِ رضا کے واسطے

دے محبت اپنی اور اپنے حبیبِ پاک کی — شاہ حبیب اللہ میرے پیشوا کے واسطے

تیسری خصوصیت یہ کہ مرید کرتے وقت شیخ جو کلمات مرید کو تلقین کرتا ہے وہ اعلیحضرت نے اپنے دستِ اقدس سے خلافت نامہ میں چھوٹے سائز کے پانچ صفحات پر "کلماتِ تلقینِ بیعت" کے عنوان سے خود تحریر فرماکر اپنے دستخط فرمائے ؎

دادِ او را قابلیت شرط نیست

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

چوتھی خصوصیت یہ کہ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں جو حلقۂ ذکر کیا جاتا ہے وہ خلافت نامہ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے قلمِ مبارک سے تحریر فرماکر اپنے دستخط فرمائے، بحمدہ تعالےٰ یہ تمام تبرکات میرے پاس محفوظ ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے چہلم میں حاضری

میں اپنی نوعمری کی بنا پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری نہ دے سکا جس کا مجھے آج تک قلق ہے البتہ وصال کے بعد حضرت والدِ ماجد کے ہمراہ مجلسِ اربعین (چہلم) میں شرکت کی سعادت پائی۔

میری بیعت ۳۰ جون ۱۹۴۴ء

میرا سلسلۂ طریقت پاک و ہند کے مشہور بزرگ شیخ المشائخ سیدنا و مولانا الحاج الشاہ سید علی حسین صاحب گیلانی قدس سرہ (کچھوچھہ شریف) سے نہ صرف وابستہ ہے (۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۵۱ھ کو شرف بیعت حاصل ہوا) بلکہ تاجِ خلافت و خرقۂ اجازت بھی عطا فرمایا گیا لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ الکریم سے حسنِ عقیدت و محبت اور سلسلۂ عالیہ رضویہ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے لئے ۳۰ جون ۱۹۴۴ء کو حضرت والدِ ماجد علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا اور حضرت صاحب نے تمام اوراد و معمولات کی اجازت کے ساتھ تبرکات بھی مرحمت فرمائے جو بحمدہ تعالےٰ میرے پاس محفوظ ہیں۔

۱۹۱۸ء میں مسلم دارالیتامیٰ والمساکین کی بنیاد

میرٹھ میں مسلمان لاوارث و یتیم بچوں کے لئے کوئی ادارہ نہ ہونے کی وجہ سے حکومت نے ایک موقع پر ایک مسلمان بچہ کو عیسائی مشنریوں کے سپرد کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ نے حضرت صاحب کو اتنا متاثر کیا کہ حضرت نے چند احباب کے مشورہ سے ایک یتیم خانہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں یتامیٰ و مساکین کی مفت رہائش، خوراک، پوشاک اور عربی فارسی، اردو اور انگریزی تعلیم کے ساتھ خیاطت (درزی خانہ) اور نجاری (فرنیچر بنانے) کے دو شعبے بھی قائم فرمائے، اس تعلیمی و صنعتی ادارے نے بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کر لیں، اس ادارہ کی بنیاد رکھنے میں جن حضرات نے خصوصیت سے دلچسپی لی اور جن کا تعاون ہر مرحلہ پر حاصل رہا ان میں قابلِ ذکر یہ افراد تھے:

۱۔ جناب مولانا سید محمد حسین صاحب بریلوی۔

۲۔ حضرت مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی۔

۳۔ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی۔

۴۔ خان بہادر شیخ وحید الدین صاحب لال کرتی۔

۵۔ خان بہادر شیخ بھیا بشیر الدین صاحب لال کرتی۔

۶۔ خان بہادر مولوی محمد اسلم صاحب سیفی۔

۷۔ جناب منشی نادر علی خاں صاحب کوٹھی اٹانس۔

۸۔ جناب حافظ حفیظ الدین صاحب مہتمم مدرسہ امداد الاسلام، صدر

علاوہ ازیں دوسرے عمائدینِ شہر بھی شریکِ مشورہ رہے۔

یہ ادارہ آج تک کامیابی سے چل رہا ہے، اس کے انتظامات بھی حضرت صاحب کے زمانۂ علالت سے میرے ہی سپرد رہے اور میں اعزازی طور پر اس کی خدمات انجام دیتا رہا، ۱۹۵۰ء میں جب ہجرت کرکے پاکستان آیا تو اس کی انتظامی ذمہ داریاں اراکین ادارہ کے مشورہ سے حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ کے سپرد کر دیں۔

دفترِ عیدِ میلادِ مبارک ۱۳۳۲ھ میں مسجد جامع خیر المساجد کے احاطہ میں اربابِ خیر کی مالی اعانت سے دفتر کے لئے ایک عمارت تعمیر کی گئی جو اب تک منتظمین کے قبضہ میں ہے۔

مرکزِ اہلسنت حضرتِ والدِ ماجد علیہ الرحمہ نے سخت مشکلات کے باوجود مسلک کی تبلیغ بالخصوص اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی نشر و اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھا اور اسی بنا پر ضلع میرٹھ کے علاوہ آس پاس کے اضلاع و قصبات و دیہات کے رہنے والے مسجد جامع خیر المساجد کو اہلسنت کا عظیم مرکز سمجھتے تھے اور دینی امور میں حضرت صاحب کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت صاحب وقتاً فوقتاً ربیع الاول شریف کے علاوہ گیارہویں شریف اور معراجِ مبارک کے موقعوں پر بھی جلسوں کا انعقاد فرمایا کرتے تھے۔

اذانِ ثانی جمعہ بیرونِ مسجد یوں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اپنوں اور بیگانوں سے لوہا منوا لیا لیکن بعض مسائل ایسے تھے جن پر عمل مردہ ہو چکا تھا اور مسئلہ کی حقیقت پر رسم و رواج کے ایسے دبیز پردے پڑ گئے تھے کہ جن کو ہٹانا اور مسئلہ کی حقیقت کو آشکارا کرنا کسی عالم کے بس کا روگ نہ تھا، بلکہ یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ صرف ان برگزیدہ نفوس کو عطا فرماتا ہے جن کی زندگی کا مقصد اعلاءِ کلمۃ الحق، احیاءِ سنت اور غلط رسم و رواج کو مٹانا ہوتا ہے۔ ایسے مردانِ حق آگاہ

کے قلم کی ہر جنبش احقاقِ حق کے لئے وقف ہوتی ہے اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کے پائندہ وتابندہ اصولوں کو فروغ دینے میں صرف ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت صرف اس وجود کو میسر ہوتی ہے جس کے علم کی ہیبت سے علمی ایوانوں میں ہلچل مچ جاتی ہے، جس کے حضور اکابر علماء کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں اور جس کی ہر حرکت وسکون سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہیں، انہی صفات کا حامل شریعت کی اصطلاح میں "مجدد" کہلاتا ہے۔

جمعہ کی اذانِ ثانی بیرونِ مسجد پر جب اعلیٰ حضرت نے صدائے حق بلند فرمائی تو اس کی گونج نے نہ صرف اغیار کو مبہوت کر دیا بلکہ بعض اپنے بھی مخالفت کی رَو میں بہ نکلے، ایسے پُر آشوب ماحول میں حضرت والدِ ماجد علیہ الرحمہ کا میرٹھ کی مسجد جامع خیر المساجد میں اس سنت کا احیاء کچھ آسان کام نہ تھا، مخالفت کا وہ طوفان اٹھا کہ العیاذ باللّٰہ الکریم۔

اس مسئلہ پر بیگانوں کا کیا شکوہ کیجئے کچھ اپنے بھی چیں بہ جبیں نظر آتے تھے۔ حضرت صاحب کے بعض عقیدت مندوں نے ایک استفتاء پیشِ خدمت کیا، حضرت صاحب نے جو جواب لکھا اسے ہزاروں کی تعداد میں شائع کرا کر تقسیم کیا گیا اور اس طرح اذانِ ثانی جمعہ بیرونِ مسجد حوض کی صفیل پر شروع ہوئی۔

(نوٹ) نقل استفتاء مع جواب کی فوٹو آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) جمعہ کی اذان خطبہ رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی سے مسجد کے اندر کبھی کوئی اذان دلوانا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں (۳) مسجد کے اندر اذان دینے کا کوئی حکم حنفیہ کی کتب فقہ میں لکھا ہے یا نہیں اگر لکھا ہے تو کیا لکھا ہے اور وہ حکم عام ہے یا کسی خاص اذان کا اُس میں استثنار کر دیا ہے بحوالہ کتاب وصفحہ وترجمہ ارشاد ہو بینوا توجروا

الجواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان خطبہ مسجد شریف کے دروازہ پر منبر کے سامنے ہوتی تھی سنن ابی داؤد شریف مطبع مجتبائی جلد اول صـ۱۵۶ میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر یعنی جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو اُس وقت حضور کے مواجہہ میں مسجد مبارک کے دروازہ پر اذان دیجاتی تھی اسیطرح ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے۔ (۲) کسی حدیث سے اصلاً ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین یا کسی صحابی یا کسی امام تابعی نے کبھی کوئی اذان مسجد کے اندر دی یا دلوائی ہو۔ مکہ معظمہ کے امام جلیل الشان العلم محمد ابن الحاج عبدری جنکی وفات شریف ۷۳۷ھ میں ہے کتاب مدخل الشرع الشریف مطبع مصر جلد ثانی صـ۲۰۶ میں فرماتے ہیں فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد یعنی یہ فصل ہے مسجد کے اندر اذان دینے کی ممانعت میں پھر فرمایا یمنع من الاذان فی جوف المسجد بوجوہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضے یعنی مسجد کے اندر اذان دینا کئی وجہ سے منع ہے سب میں پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل سلف صالح یعنی صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ دین میں سے کسی کا نہیں (۳) مسجد کے اندر اذان دینے کو فقہ حنفی کی مستند معتمد کتابوں میں منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاوی قاضیخان مطبع مصطفائی جلد اول صـ۳۸ اور فتاوی عالمگیری مطبع احمدی جلد اول صـ۱۲۰ اور بحر الرائق مطبع مصر جلد اول صـ۲۶۸ وغیرہا میں ہے لایؤذن فی المسجد یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ مراقی الفلاح پر علامہ سید احمد مصری کے حاشیہ مطبوعہ مصر جلد اول صـ۱۲۵ میں ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم یعنی مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں کتاب النظم سے ہے ظاہر ہے کہ یہ حکم عام ہے فقہائے کرام نے ان میں سے اصلاً کسی اذان کا استثنار نہ فرمایا غرض حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے مسلمان بھائی خیال کر سکتے ہیں کہ شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت خلفائے راشدین کی سنت کتب فقہ کے حکم ہی کا اعتبار ہے کوئی مسلمان یہ کہنا پسند نہ کریگا کہ سنت اور حکم کچھ بھی ہوں ہم تو وہی کریں گے جو اُنکے خلاف رواج پڑ گیا ہے بعض کتابوں میں جو وقت خطبہ کی اذان کو عند المنبر کہا ہے اُس سے بھی یہی معنے ثابت ہوتے ہیں کہ منبر کی حاضری میں ہو منبر سے غائب نہو۔ ہمارے ائمہ حنفیہ کی کتب اصول میں اس معنے کی تصریحیں فرماتے ہیں تنقیح اور اُسکی شرح توضیح اور اُسکے حاشیہ تلویح مطبع منشی نولکشور صـ۲۲۶ جلد اول میں ہے عند للحضرۃ عند کے معنے حضرت کے ہیں یعنی سامنے ہو اُس سے غائب نہ ہو منار اور شرح امام مصنف کشف الاسرار مطبع مصر جلد اول صـ۲۳۴ میں ہے عند للحضرۃ الحقیقیۃ او الحکمیۃ عند حضرت کیلئے ہے خواہ حقیقتاً حاضر ہو یا حکم حاضر میں ہو۔ تحریر امام ابن الہمام اور اُسکی شرح تقریر امام ابن امیر الحاج مطبع مصر جلد دویم صـ۷۶ میں ہے عند للحضرۃ الحسیۃ والمعنویۃ عند حاضری کے لئے ہے چاہے محسوس طور پر حاضری ہو یا معنوی۔ تنویر الابصار میں ہے۔ یقطع لو سرق من السطح او من المسجد وصاحب المتاع عندہ یعنی اگر چھت یا مسجد میں سے کوئی چیز چرائی اور چیز کا مالک اُسکے پاس موجود تھا تو ہاتھ کاٹا جائیگا۔ درمختار میں عند کے معنے فرمائے ای بحیث یراہ یعنی عند کے یہ معنے ہیں کہ پیش نظر ہو اتنا فاصلہ نہو کہ نظر نہ آئے اسیطرح بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ بالجملہ جمیع کلام ائمہ سے ثابت ہوا کہ اذان ثانی جمعہ میں سنت یہ ہے کہ بین یدی الخطیب عند المنبر خارج المسجد ہو یعنی خطیب کے مواجہہ میں منبر کے سامنے مسجد سے باہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابو العارف محمد حبیب اللہ حنفی قادری خطیب مسجد جامع خیر نگر دروازہ و مدرس مدرسہ قومیہ شہر میرٹھ

نقل تحریر دیگر علمائے میرٹھ بر فتوائے مطبوعہ بریلی درباره مسنونیت اذان خارج مسجد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً کچھ شک نہیں کہ سرور کائنات علیہ الف الف تحیۃ وسلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ بابرکات میں یہ اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور مشروعیت اذان بھی اس امر کو مقتضی ہے کہ اذان مسجد سے باہر ہو کیونکہ مقصود اذان سے آگاہ کرنا اہل صلوۃ کا ہے وہ باہر مسجد کے چسپاں ہوتا ہے۔ حاضرین کی آگاہی کے لئے اقامت ہے۔ جواب میں جو تحریر فرمایا ہے وہ درست ہے یہ عاجز اُسکے زائد وجوہات تحریر کرکے طول دینا نہیں چاہتا واللہ تعالیٰ اعلم

العبد

احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ، اندرکوٹ

جواب صحیح ہے	الجواب صحیح	العبد
عبد اللہ خاں مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ	محمد اسحٰق عفی عنہ	عبد المؤمن مدرس مدرسہ قومی میرٹھ

مطبع شمس الانوار میرٹھ۔ منشی شمس الدین پرنٹر

زمانۂ طالب علمی میں پہلی بار اس وقت مشرف بہ زیارت ہوئے

خواب میں زیارتِ نبوی جب کتابِ حدیث مشکوٰۃ شریف کا درس جاری تھا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پڑیا مرحمت فرمائی، عرض کیا گیا حضور یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا یہ چاء ہے، جب پڑیا کھول کر دیکھی تو اس میں چاء تھی۔ ایک بزرگ نے خواب سن کر تعبیر دی کہ محبت عطا ہوئی۔

دوسری بار اپنی شادی کے دن دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد جامع خیر المساجد کے صحن میں رونق افروز ہیں کہ یکایک آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور ایک سانپ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اسے آکر کاٹ لو! عرض کیا گیا کہ حضور کیا غلطی ہوئی؟ ارشاد ہوا کہ تم تکبر کرتے ہو! عرض کیا یا رسول اللہ معاف فرما دیجئے، حضور نے سانپ کو واپس جانے کا حکم دے دیا۔ ایک بزرگ نے تعبیر دی کہ چونکہ شادی کے بعد تمہاری زندگی کا نیا دور شروع ہوا ہے اس لئے تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔

تیسری مرتبہ دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کم سنی کے عالم میں نہایت حسین و جمیل شکل و صورت میں تشریف فرما ہیں، اسی خواب میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی ایک مشہور شخصیت نے بتایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چوتھی مرتبہ بحالتِ علالت زیارت سے مشرف ہوئے۔

ہم عصر اولیاءِ کرام سے ملاقات میرٹھ کے مشہور بزرگ حضرت صوفی جان محمد صاحب جن کو عام طور پر "ولی جی" کہا جاتا تھا حضرت والدِ ماجد سے بڑی محبت فرماتے تھے اور اکثر ملاقات کے لئے مکان پر تشریف لایا کرتے تھے، مجھ کو آج تک یاد ہے کہ جب کبھی وہ بازار یا کسی گلی کوچہ سے گذرتے تو لوگوں کا اژدحام ہو جاتا۔

سلسلۂ وارثیہ کے مشہورِ زمانہ بزرگ حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب دیوہ شریف والے میرٹھ آتے تو حضرت صاحب سے ملاقات ہوتی۔ میرے ولی نعمت

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی گیلانی کچھوچھوی تو اکثر جلسۂ عید میلادِ مبارک میں تشریف لاتے اور اہالیانِ میرٹھ کو اپنے دیدارِ پر انوار سے نوازتے تھے۔ میری دادی صاحبہ، والدہ ماجدہ اور خاندان کے دوسرے بیشتر افراد حلقۂ ارادت میں داخل تھے اور عمائدینِ شہر کی بڑی تعداد حلقہ بگوشِ ارادت تھی۔

میرے والدِ ماجد فرماتے تھے کہ امام احمد رضا بریلوی اور شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں صاحب کو بوقتِ ملاقات ایک دوسرے کی قدم بوسی فرماتے دیکھا۔

حضرت اشرفی میاں صاحب نے میرے والدِ ماجد کو اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو تین ماہ قبل بتا دیا تھا کہ اب وقتِ وصال قریب ہے جو کچھ لینا ہے حاصل کر لو، چنانچہ میرے والدِ ماجد وصال سے کئی ماہ قبل بریلی تشریف لے گئے اور وقتِ وصال تک وہیں حاضر رہے۔

علاوہ ازیں سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی، سلسلۂ قادریہ کے بلند پایہ بزرگ حضرت مولانا شاہ بہاء الدین صاحب (چونڈیرہ شریف) اور حضرت حافظ یار محمد صاحب سہارنپوری سے حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی ملاقات رہی۔

مجذوب سے ملاقات

قصبہ ایچولی ضلع میرٹھ میں میاں کریم الدین شاہ صاحب ایک مشہور مجذوب تھے جن سے آس پاس کے جنگل میں چلتے پھرتے ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ جس کسی کا کھانا کھا لیتے وہ کامیاب ہو جاتا اور جس کا نہ کھاتے وہ نامراد لوٹتا۔ حضرت والدِ ماجد نے ان سے کئی مرتبہ ملاقات کی۔ مجھ سے مجاذیب کے متعلق فرماتے تھے کہ "فقیر صورت سے الجھنا مت، بے شرع ہو تو ملنا مت"

صاحبِ خدمت سے ملاقات

قیامِ پاکستان سے ایک سال قبل حضرت والدِ ماجد نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحبِ خدمت نے کہا کہ پاکستان بن جانے کی منظوری تمام اولیائے کرام نے دے دی ہے، صرف

حضرت پیر بھرے صاحب (جن کا مزار مبارک دہلی شاہجہانی مسجد کے سامنے ہے) کی منظوری باقی ہے جو چند دن میں حاصل ہو جائے گی۔

سفر

حضرت صاحب ضرورۃً سفر فرماتے تھے بلا ضرورت صرف سیر و تفریح کے لئے کسی جگہ جانا ناپسند تھا۔ اجمیر شریف، پیران کلیر شریف، مارہرہ مطہرہ، پاکپٹن شریف، بریلی شریف، بمبئی، دہلی، لاہور، آگرہ، متھرا، سہارنپور، انبالہ، مراد آباد، رامپور، لکھنؤ، ہاپوڑ، کھیری، لکھیم پور اور بعض قصبات و دیہات میں بھی جانا ہوا۔ یہ سفر مزارات پر حاضری تبلیغ دین اور احباب و مریدین و معتقدین کے اصرار پر ہوا کرتا تھا۔

مناظرہ

سفر انبالہ میں بعض وہابیوں اور مرزائیوں سے مناظرہ ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔

عادات و خصائل و حلیہ

میانہ قد، چہرہ پُر وجاہت، پُر کشش آنکھیں، کشادہ پیشانی، رنگت میں ملاحت، سڈول جسم، کانوں کی لو تک بطریق مسنون سر پر بال۔

مزاج میں شگفتگی، گفتگو میں متانت و سنجیدگی، طہارت و پاکیزگی کا یہ عالم کہ پوری زندگی میں کسی غیر مسلم کے سلے ہوئے یا دھلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے، ہندو دکان دار سے لین دین کو برا جانتے، غسل و وضو میں بڑی احتیاط فرماتے، جسم اور چہرہ خشک کرنے کا تولیہ علیحدہ ہوتا اور پاؤں خشک کرنے کا کپڑا الگ، وضو اور بیت الخلاء میں استعمال کرنے کے لوٹے علیحدہ علیحدہ ہوتے، استنجے میں ڈھیلے اور پانی استعمال فرماتے۔

ہر چھوٹے بڑے سے شگفتہ روئی سے پیش آتے، گفتگو میں عام طور پر اتباعِ سنت پر زور دیتے۔

لباس

نہایت پاکیزہ لباس استعمال فرماتے، خوشبو مرغوب تھی، عموماً انگرکھا اور شیروانی استعمال فرماتے، شرعی پاجامہ، لمبا کرتہ اور اس پر صدری روزمرہ کا لباس تھا، سر پر میر ٹھ کی بنی ہوئی ٹوپی پسند تھی، صرف جمعہ کے دن جبہ اور عمامہ استعمال فرماتے، ہفتہ میں دو بار لباس تبدیل فرماتے، پاؤں میں دیسی جوتا اور وضو کرتے وقت

لکڑی کی کھڑاؤں پسند تھی۔

عبادات

پنجگانہ نمازوں کی پابندی، سحر خیزی اور اوراد و وظائف پر مواظبت زندگی کا اہم معمول تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت کا صرف ایک خط نقل کرتا ہوں جو اپنے مرشدِ برحق امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی خدمت میں بغرضِ اصلاح تحریر فرمایا اور اعلیٰ حضرتؒ نے اسی خط پر سرخ روشنائی سے ترمیم فرما کر واپس بھیجدیا، امید ہے کہ قارئین کرام اس سے نفع یاب ہوں گے۔

(نوٹ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے الفاظِ مبارکہ کے امتیاز کی خاطر ان پر خط دے دیا گیا ہے) (ادارہ)

۷۸۶
۹۲

حضورِ والا! اسلام مسنون نیاز مقرون

میرے بہنوئی کے بھائی (سید بھائز انڈسٹریز لمیٹڈ لاہور کے بانی خان بشیر احمد خان صاحب مرحوم) اور ایک بیوہ عورت میمونہ بیگم کی گذارش ہے کہ حضور ان کے حق میں مقدمات کے لئے دعا فرمائیں۔ مولیٰ عزوجل خیر فرمائے۔

میری بہن اکثر بیمار رہتی ہیں، دعا کی طالبہ ہے، چونکہ صرف حضور کے ساتھ اس درجہ عقیدت رکھتی ہیں کہ جب زیادہ تکلیف ہوتی ہے حضور کا نام لیتی ہیں، فوراً کمی ہو جاتی ہے۔

صبح شام اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک ایک بار، تینوں قل تین بار اور ان اوقات کے علاوہ ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور صبح و شام سبحان اللہ وبحمدہ ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن اعلم ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیئ علماً، ایک ایک بار اور دفعِ امراض کی نیت سے یاحیُّ حین لاحی فی دیمومۃ ملکہ وبقائہ یاحی، سو بار۔

نواب اسد اللہ خاں صاحب رئیس میرٹھ و مہتمم مدرسہ قومیہ عربیہ سخت بیمار ہیں، دعا کے طالب ہیں، یہ حضور اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے ہیں، حضور سے دعا کے طالب ہیں۔ عافاہ اللہ تعالیٰ وشفاہ۔

ارشاد ہو تو چراغ کا عمل شروع کرا دیا جائے۔ ضرور بالخیر۔

میرے معمولات شبانہ روز حسبِ ذیل ہیں، جو ترمیم و تنسیخ ہو فرما دیجئے:

فجر: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیٔ قدیر (قبل کلام وتبدیلِ اقدام) ۱۰ بار، اللّٰھم اجرنی من النار ۷ بار، بسم اللہ خیر الاسماء فی الارض وفی السماء لا یضر مع اسمہ داء اجعل فیہ رحمۃ وشفاء لم یضرہ ما کان ۳ بار، استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ ۳ بار، اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم ۳ بار، سبحان اللہ وبحمدہٖ ۷۰ بار۔ تسبیح فاطمہ (سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار) ایک بار، پنج گنج (نمازِ فجر کے بعد یا عزیز یا اللہ سو بار، بعد نماز ظہر یا کریم یا اللہ سو بار، بعد نمازِ عصر یا جبار یا اللہ سو بار، بعد نماز مغرب یا ستار یا اللہ سو بار، بعد نمازِ عشاء یا غفار یا اللہ سو بار)، اللہ ربی لا شریک لہ ۱۰۰ بار، آیۃ الکرسی، چہار قل، یٰسین شریف۔

شب میں انسب لحدیث انی افترضت علی امتی قراءۃ یٰسین کل لیلۃ وحدیث من قرأ یٰسین کل لیلۃ غفر لہ۔

ظہر استغفر اللہ الذی الخ ۳ بار، تسبیحِ فاطمہ، آیۃ الکرسی، چہار قل، تلاوت قرآنِ عظیم و شجرہ شریف۔

عصر (لا الٰہ الا اللہ الخ ایک بار قبل کلام وتبدیلِ اقدام)، استغفر اللہ الخ ۳ بار، اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم ۳ بار، تسبیح فاطمہ، آیۃ الکرسی، چہار قل۔

مغرب (لا الٰہ الا اللہ الخ ۱۰ بار)[1] اللّٰھم اجرنی الخ ۷ بار، استغفر اللہ الخ ۳ بار، تسبیحِ فاطمہ ایکبار، اللّٰھم انا نجعلک الخ ۳ بار، حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۱۰۰ بار۔

عشاء (استغفر اللہ الخ ۳ بار) دو رکعت نفل برائے ازالۂ مرضِ بواسیر (پہلی رکعت میں الحمد کے بعد الم نشرح، دوسری میں سورۂ فیل، بعد سلام ۷۰ مرتبہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ سبحان اللہ وبحمدہٖ)، استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحیّ القیوم واتوب الیہ ۳ بار، سبحان اللہ وبحمدہٖ ۷۰ ستر بار، تسبیحِ فاطمہ، آیۃ الکرسی، چہار قل۔ طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر ۱۱۱ بار سورۂ ملک۔

غلام آستانہ فقیر حبیب اللہ القادری

سورہ یٰسین، سورہ دخان لحدیث من قرأ حٰم الدخان فی لیلۃ اصبح یستغفر لہ سبعون

[1] اسم الٰہی کے ادب کی وجہ سے کاٹا نہیں بلکہ گول دائرہ بنا دیا۔ (ناقل)

الف ملک، سوتے وقت سورۂ فاتحہ اور ضم کر لیجئے کہ ایک شب میں ۲۰۰ آیتیں ہو جائیں اس کی جزا ہے کہ لم یکتب من الغافلین اور اتنا اضافہ وقتِ خواب اور ہو، آیۃ الکرسی ایک بار، اخلاص ایک بار، فاتحہ، سورۂ بقرۃ تا مفلحون خاتمہا از آمن الرسول، تسبیح بتول زہرا، قل یا ایہا الکافرون پر خاتمہ، اس کے بعد بات کرنے کی ضرورت ہو تو بات کر کے پھر سورۃ کافرون پڑھ لیں کہ خاتمہ اسی پر ہو۔ خاتمہ ایمان پہ ہوگا بعونہ تعالےٰ۔

حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم، صبح شام ۱۰-۱۰ بار

نواب صاحب کے وجع ضرس کے لئے مجموعۂ اعمال صفحہ ۶۷ سے صفحہ ۶۹ تک وہ اعمال نقل کر لیجئے جن پر سرخی سے خط کر دیا ہے۔

نوٹ : اس میں جس مجموعۂ اعمال کا ذکر ہے وہ ایک مبسوط قلمی کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف و نسخ موجود ہیں اور اس کی ایک ایک نقل صرف خلفاء کو مہیا کی جاتی ہے چنانچہ حضرت والدِ ماجد کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ (ناقل)

کرامات

میرے حضرت والدِ ماجد علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کی کرامات کا بکثرت مشاہدہ فرمایا جن کا ذکر مختلف کتابوں، رسالوں اور کبھی کبھی بعض اخبارات میں بھی شائع ہوتا رہا، میں اس موقع پر صرف دو واقعے درج کر رہا ہوں جن کو میں نے حضرت صاحب سے سنا تھا : ایک بار بریلی شریف سے بعد نماز فجر میرٹھ واپسی کا عزم فرمایا، اسٹیشن جانے کے لئے تانگہ پر سامان رکھوا دیا گیا اور سلامِ رخصت کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی، اعلیٰ حضرت نے جوابِ سلام کے ساتھ ہی فرمایا کہ ناشتہ کر کے جائیے ان شاء اللہ تعالیٰ گاڑی مل جائے گی۔ حضرت صاحب کو قدرے تردد پیدا ہوا اس لئے کہ گاڑی چھوٹنے میں بہت ہی کم وقت رہ گیا تھا لیکن نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن، حکم شیخ کے حضور سر نیاز خم ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ناشتہ اندر سے آیا حضرت صاحب ناشتہ سے فارغ ہو کر تانگہ میں سوار ہوئے، اگرچہ گاڑی چھوٹ جانے کا وقت گزر چکا تھا لیکن حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میرے قلب کو اطمینان تھا اس لئے کہ اعلیٰ حضرت گاڑی مل جانے کی نوید دے چکے تھے۔ تانگہ نے اسٹیشن پر پہنچایا، قلی نے سامان اتارتے ہوئے بتایا کہ ٹرین گئے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ

گذر چکا، حضرت صاحب اپنے پیر بھائی اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کے دفتر میں جاکر بیٹھ گئے اور ان سے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے مجھے اسی ٹرین مل جانے کی خبر دی تھی اس لئے مجھ کو تو یقین ہے کہ ٹرین مل جائے گی۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ فون پر اطلاع ملی کہ ٹرین کے انجن میں کوئی خرابی ہو گئی ہے لہٰذا ٹرین واپس بریلی پہنچ رہی ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ یہ خبر سنتے ہی فرطِ مسرت سے گریہ طاری ہو گیا۔ گاڑی واپس پہنچی اور تھوڑی دیر مرمت کے بعد پھر روانہ ہو گئی اور میں باطمینان سوار ہو کر میرٹھ پہنچا۔

اولیاء را ہست قدرت از اللہ
تیرِ جستہ باز گردانند زِ راہ

میرٹھ والد صاحب کی طلبی کا تار پہنچا لیکن تار دینے والے کا پتا نہ چلا

یہ دوسرا واقعہ عجیب تر ہے،

بعد نمازِ عصر حضرت صاحب کی علمی مجلس گرم تھی، کچھ علماء بھی موجود تھے اور کچھ غلام بھی حاضر تھے کہ مسئلہ تکفیر کا ذکر چھڑ گیا، حضرت صاحب نے عباراتِ کفریہ کتابوں سے نکال کر دکھائیں اور حکمِ کفر بھی بتایا کہ اتنے میں شرکاءِ مجلس میں سے کسی اَن پڑھ نے دیوبندی علماء کا نام لے کر سب و شتم شروع کر دی، علماء کی موجودگی میں اس کا بار بار کفر کی رٹ لگانا اور درمیان میں بولنا حضرت صاحب کو ناگوار گذرا چنانچہ اس سے فرمایا کہ بھئی تم خاموش رہو، کفر کا فتویٰ لگانا تمہارا کام نہیں ہے۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اذانِ مغرب کی آواز بلند ہوئی، سب لوگ قیام گاہ سے اٹھ کر جماعت میں شریک ہوئے۔ بعد نمازِ مغرب حضرت صاحب حسبِ معمول کھانا کھانے کے لئے مسجد سے مکان پر تشریف لائے، کھانا دسترخوان پر چن دیا گیا اور حضرت صاحب نے کھانا شروع فرما دیا۔ ادھر آپ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر دروازہ پر کسی نے دستک دی، حضرت صاحب باہر دروازہ پر تشریف لائے تو تار لانے والے کو تار لئے کھڑا پایا۔ حضرت صاحب نے تار وصول فرما لیا اور مکان کے قریب ہی ایک صاحب سے تار پڑھوایا جس میں تحریر تھا کہ "فوراً بریلی پہنچو، احمد رضا" حضرت صاحب مسجد میں تشریف لائے اور تار کا ذکر مولانا سید محمد حسین صاحب بریلوی سے فرمایا اور یہ طے

کر لیا کہ صبح پہلی گاڑی سے بریلی شریف جانا ہے۔ اتفاقاً نمازِ عشاء کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صاحب صدیقی بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے بھی تار پڑھ کر بریلی شریف چلنے کا ارادہ ظاہر فرمایا چنانچہ علی الصبح تینوں حضرات بریلی شریف روانہ ہو گئے۔ بریلی شریف پہنچکر حضرت والدِ ماجد نے سب سے پہلے حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم سے ملاقات کی اور تار بھیجنے کے متعلق دریافت فرمایا، چونکہ حاجی صاحب مرحوم کی یہ ڈیوٹی تھی کہ باہر سے آئی ہوئی ڈاک پیشِ خدمت کریں اور باہر بھیجی جانیوالی ڈاک ڈاکخانہ پہنچائیں، لیکن حاجی صاحب نے تار کے متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کی، پھر حضرات شاہزادگان (حضرت حجۃ الاسلام فرزندِ اکبر علیہ الرحمہ اور مفتی اعظم ہند فرزندِ اصغر دامت برکاتہم العالیہ) سے دریافت کیا لیکن دونوں حضرات نے لاعلمی کا اظہار فرمایا، پھر ڈاکخانہ پہنچکر دریافت فرمایا، پوسٹ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ تار یہیں سے ارسال ہوا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ تار دینے کون صاحب آئے تھے؟

یہ تمام تحقیقات کر لینے کے بعد حضرت صاحب کو یہ شبہ ہوا کہ مبادا کسی مخالف نے میرٹھ میں سازش کرنے کے لئے مجھ کو غلط تار دیدیا ہو، اس شبہ پر تینوں حضرات نے میرٹھ واپسی کا پروگرام بنایا، اعلیٰحضرت کے طرزِ عمل سے نہ کسی قسم کی کبیدگی کا اظہار ہوا اور نہ ہی ان حضرات میں سے کسی کو اعلیٰحضرت سے دریافت کرنے کی جرأت ہوئی۔ غالباً دو دن قیام کے بعد اعلیٰحضرت سے واپسی کی اجازت چاہنے پر اعلیٰحضرت نے میرے والدِ ماجد کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ "مولانا ماشاء اللہ آپ تو حافظ بھی ہو ذرا آیہ کریمہ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین الآیہ اور قل یاایہا الکفرون تلاوت کیجئے اور پھر چند احادیث پڑھکر سنائیں اور پھر دریافت فرمایا کہ کیا ان ارشادات پر عمل اور یقین صرف اہلِ علم ہی کی ذمہ داری ہے، اگر کوئی ان پڑھ آدمی اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ مستحقِ ستائش ہے یا زجر و توبیخ کے لائق؟" حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب اعلیٰحضرت نے یہ جملے ارشاد فرمائے تو میرا تمام جسم لرزنے لگا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور مجھ کو اپنی حرکت پر جہاں بے حد ندامت ہوئی وہاں اس پر مسرت بھی ہوئی کہ خدائے بزرگ و برتر نے ایسا شیخِ کامل عطا فرمایا جو اپنے مریدین کی اصلاح سے غافل نہیں ہے اور جن کی نگاہِ بصیرت قرب و بعد کی محتاج نہیں ہے۔ حضرت صاحب نے قدم بوس ہو کر معافی چاہی اور پھر ہمیں بخوشی رخصت کیا گیا، کما قال الرومی ؎

ایں طبیبانِ الٰہی در جہاں　　چوں ندانند از نواسرار نہاں
حالِ تو دانند یک یک مو بمو　　زانکہ پُر ہستند از اسرارِ ہو

طویل علالت

یوں تو حضرت والد ماجد کو نزلہ، زکام، بخار اور دردِ سر کی شکایت اکثر رہا کرتی تھی لیکن ان امراض کو اپنے حق میں اچھا جانتے تھے بلکہ جب کسی نے عرض کیا کہ علاج کی طرف توجہ فرمائیے تو ہنس کر فرمایا کہ نتنے کہ اضطراری طور پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کی سنتوں پر عمل کی توفیق میسر ہوگئی، انشاء اللہ اس پر اجر کی توقع ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ اگر مخلص احباب اور مریدین نے کسی اچھے معالج کو دکھانے کی خواہش ظاہر کی یا کسی معالج کو بلا کر حاضرِ خدمت کیا تو معالج صاحب سے بطورِ معذرت فرماتے تھے کہ میرے ان دوستوں نے خواہ نخواہ آپ کو زحمت دی، بحمدہٖ تعالیٰ جو امراض مجھ کو لاحق ہیں ان کی وجہ سے میرے دینی معمولات میں سرِ مو فرق نہیں ہے بہر حال آپ دوا دیجئے، میں انشاء المولیٰ الکریم استعمال کروں گا اور آپ کے حق میں دعاءِ خیر کروں گا، ہر قسم کے دکھ اور تکلیف کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا آپ کی عادتِ کریمہ میں داخل تھا۔ بعض اوقات یہ بھی ہوا کہ کچھ حضرات نے ناسازئ مزاج کی خبر سنکر سفر کی زحمت گوارا فرمائی اور جب عیادت کے لئے مکان پر پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت صاحب نشستگاہ میں اپنی مسند پر رونق افروز ہیں اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کے لئے تعویذات لکھنے میں مشغول ہیں، دینی مسائل دریافت کرنے والوں کو زبانی یا تحریری جوابات دئیے جارہے ہیں، گفتگو کے لب و لہجہ میں وہی تندرست کی سی آن بان ہے۔ بیرونی مہمانوں کی خاطر مدارات کیلئے حسبِ ضرورت پان، چائے، شربت اور کھانیکا سلسلہ جاری ہے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ/۲۶ جون ۱۹۳۴ء سہ شنبہ کو حضرت صاحب اپنے ایک قریبی عزیز (الحاج بشیر احمد خاں صاحب مرحوم) کے اصرار پر آگرہ تشریف لے گئے۔ موصوف مرحوم کی یہ عادت تھی کہ جب کسی جگہ ان کا تبادلہ ہوتا تو وہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کو کم از کم ایک ہفتہ کے لئے حسنِ عقیدت کی بنا پر اپنے پاس بلاتے اور اپنے احباب کو حضرت صاحب کی مجلس میں شرکت اور فیضِ صحبت سے نفع یاب ہونیکی دعوت دیتے، مرحوم کا یہ طرزِ عمل مدتوں جاری رہا۔ موصوف پاکستان بننے کے بعد مستقلاً لاہور تشریف لے آئے اور فیروز پور روڈ پر سید بھائز فیکٹری کی بنیاد رکھی، کئی

سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت صاحب آگرہ کے دورانِ قیام ایک دن کچھ عقیدتمندوں کے ہمراہ تاج محل دیکھنے تشریف لے گئے، نچلی منزلیں دیکھنے کے بعد بالائی منزل پر گئے، وہاں جا بجا عربی عبارات کندہ ہیں جن کو پڑھتے ہوئے پچھلی جانب ہٹنا شروع کیا کہ یکایک زینہ سے پاؤں پھسلا اور نیچے گرتے ہوئے بائیں ران کی ہڈی ٹوٹ گئی، فوراً بہترین ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا، آپریشن ہوا اور پلستر چڑھا دیا گیا۔ میں اگرچہ فارغ التحصیل ہو کر حضرت صاحب کی نیابت میں دینی خدمات انجام دے رہا تھا لیکن حقیقۃً بہت سا کام باقی تھا مجھ کو میرٹھ میں اس المیہ کی اطلاع پہنچتے ہی آگرہ روانہ ہونا پڑا اور انٹرمیڈیٹ کا امتحان دینے کی بجائے تیمارداری میں مشغول ہو گیا۔

آگرہ میں تقریباً

۲۸ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ / ۱۰ اگست ۱۹۳۴ء جمعہ کو میرٹھ واپسی

ڈیڑھ ماہ علاج کے بعد ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ اسٹریچر پر باحتیاط بذریعہ ٹرین میرٹھ لیجایا جا سکتا ہے اور وہاں پہنچکر تاریخ معین پر کسی سرجن سے پلاستر کٹوا دیا جائے، ٹانگ درست ہو چکی ہے۔ چونکہ میرٹھ پہنچنے کی اطلاع اخبارات میں شائع ہو چکی تھی اس لئے اسٹیشن پر احباب اور عقیدتمندوں کے علاوہ ہندو، سکھ اور عیسائی بھی موجود تھے۔ اسٹیشن سے شہر تک (تقریباً ایک میل کا راستہ) پیدل طے کیا گیا، ا ئے کہ حضرت صاحب اسٹریچر پر آرام فرما تھے۔ تاریخ مقررہ پر جب پلاستر کھولا گیا تو ہڈی میں خم موجود تھا۔ احباب کے مشورہ سے مکان پر دوبارہ آپریشن کرانے کے لئے مشہور سرجن ڈاکٹر بھوپال سنگھ اور ڈاکٹر بشمبر سہائے کی خدمات حاصل کی گئیں جو حضرت صاحب سے حسنِ عقیدت بھی رکھتے تھے۔ دوبارہ آپریشن کامیاب رہا لیکن کئی ماہ مسلسل پلاستر بندھا رہنے کی وجہ سے گھٹنا بالکل سیدھا رہ گیا اور سینکڑوں تدبیروں کے باوجود مڑ نہ سکا یہ حالت علالت سے مرض الموت تک باقی رہی۔

نماز بستر پر بیٹھ کر ادا فرماتے اور باقی وقت تلاوتِ کلامِ پاک، پاسِ انفاس اور مراقبہ میں گزرتا، کھانے کے لئے والدہ ماجدہ آواز دے کر متوجہ فرماتیں تو چند لقمے تناول فرما لیتے استغراق کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی وقت کھانے کے بعد پانی پلانا یاد نہیں رہا تو کسی سے طلب

نہ فرماتے۔ احباب و معتقدین حاضر ہوتے تو اس وقت بھی سکوت ہی کا غلبہ ہوتا البتہ اگر کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو بڑی توجہ سے سماعت فرماتے اور مفصل جواب سے نوازتے، احباب کی درخواست پر ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے وقت اٹھ کر بیٹھ جاتے۔ اکثر خشوع و خضوع کی حالت میں گریہ طاری ہو جاتا، سانس کی آمد و رفت میں ذکر کی ہلکی سی آواز مسموع ہوتی، یہ کیفیت شب کو سونے کی حالت میں بھی طاری رہتی جس کی وجہ سے بعض اوقات گھر والوں کو بیداری کا شبہ پیدا ہو جاتا۔ زائرین و معتقدین کی بکثرت آمد کی وجہ سے زنانخانہ میں ہر وقت پردہ کا انتظام رہتا۔

مقامِ حیرت

بعض بزرگوں نے ملاقات کے بعد مجھے بتایا کہ عالمِ ناسوت کی طرف سے یہ بے توجہی مقامِ حیرت کا پتا دیتی ہے۔ بیداری کی حالت میں بھی اکثر آنکھیں بند رکھتے اور اگر کوئی گفتگو کرتا تو چونکنے کی سی حالت طاری ہو جاتی اور پھر سنبھل کر باتیں سنتے اور جواب دیتے ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نورِ حق بر من بخند

تقریباً چودہ سال اسی حالت میں گزرے، اللہ اللہ! پہلے مجلسِ مبارک کا یہ حال تھا کہ ہر وقت دینی مسائل پر گفت گو جاری رہتی، بعض لوگ پژمردہ حاضر ہوتے اور حضرت صاحب کے چند جملے سنکر مسکراتے ہوئے واپس آتے، جو لوگ فکر و غم میں مبتلا آتے وہ نصیحت آموز باتیں سنکر اطمینان و سکون سے مالامال ہو جاتے، اگر کوئی شخص کسی حادثہ یا مصیبت کا شکار ہو کر حاضرِ خدمت ہوتا تو اس کو صبر و سکون کی تلقین فرماتے ؎

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

آپ کے مزاج میں بڑی شگفتگی اور طبیعت میں بڑی شائستگی تھی، جس مجلس میں رونق افروز ہوتے وہاں سب کی توجہات کا مرکز بن جاتے لیکن دورانِ علالت استغراق کا

یہ غلبہ کہ نہ سرد و گرم کا احساس اور نہ دکھ سکھ کی پروا نہ بھوک پیاس کی بیقراری، بس صرف ذکرِ الٰہی میں محبت آخری دم تک باقی رہی، کما قال الرضا البریلوی ؎

اے بیادت راحتِ جان و دلم

اے کہ فضلِ تو کفیلِ مشکلم

جب تجلیاتِ الٰہیہ کا ورود ہوتا ہے تو پھر زبانِ قال پر مہر لگ جاتی ہے اور کیف و مستی کا وہ سرور میسر ہوتا ہے جس کا اظہار الفاظ کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا، حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ رحمۃ الباری نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے ؎

اے مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند

کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

مرضِ الموت کا آغاز چودہ سال کی طویل مدت اسی حالت میں گزری اور بالآخر وہ گھڑی آپہنچی جس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا، ۲۶ ر شوال المکرم ۱۳۶۷ھ / یکم ستمبر ۱۹۴۸ء کی صبح سے دوپہر تک کوئی خاص تکلیف نہ تھی کہ یکایک ٹھیک ایک بجے دن اس ناپائیدار دنیا سے رخصت ہونے کے آثار نمودار ہونے شروع ہوئے۔ والدہ ماجدہ نے مجھ کو آواز دیکر بلایا، میں اپنے کمرے سے نکل کر حضرت کے سرہانے کھڑا ہو گیا، چہرہ مبارک پر زردی چھا رہی تھی، پیشانی پر پسینہ جھلک رہا تھا اور زبان مبارک پر کلمۂ طیبہ جاری تھا، فوراً ہی مزاج شناس طبیب حکیم محمد طاہر صاحب کو بلایا گیا، حکیم صاحب نے خمیرہ جواہر والا دینا چاہا لیکن حضرت نے اشارہ سے منع فرما دیا۔ میں نے سورۂ رعد شریف اور یٰسین شریف کی تلاوت شروع کی جسے حضرت بغور سماعت فرماتے رہے، آبِ زمزم شریف چمچے کے ذریعے پلایا گیا ادھر تلاوت ختم ہوئی اور ادھر ٹھیک دو بجکر پندرہ منٹ پر اسمِ ذات (اللہ) کا ورد فرماتے ہوئے حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کی سعادت پائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہر میں حضرت کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، مکان کے باہر ہجوم اتنا بڑھا کہ ٹریفک کا انتظام درہم برہم ہو گیا، مسجد جامع خیر المساجد میں آنے والوں کا تانتا بندھ گیا، تلاوت کلام پاک اور کلمۂ طیبہ کا ورد شروع ہو گیا، دیہات و قصبات اور قریبی شہروں سے آنیوالوں کی شرکت کے لئے طے کیا گیا کہ بعد نماز عشاء تدفین عمل میں لائی جائے۔ شہر کے علماء و مشائخ اور عمائدین خیر المساجد میں جمع ہوتے رہے۔

تجہیز و تکفین

چار بجے غسل کا اہتمام کیا گیا جس میں مولانا سید محمد حسین صاحب بریلوی، مولانا عبدالرؤف صاحب بہاری، حافظ قاری عبدالحمید صاحب مظفر نگری، قاضی سعید احمد صاحب بڈھانوی اور صوفی عبدالرحمٰن صاحب میرٹھی پیش پیش رہے۔

زوال پذیر دنیا سے رخصت ہونے والے مردِ حق آگاہ کو مدینہ طیبہ سے آئے ہوئے عطر میں لبسا ہوا کفن پہنایا گیا، مواضعِ سجود پر آبِ زمزم شریف میں تر کئے ہوئے کافور کو ملا گیا، میں نے انگشتِ شہادت سے جبینِ مبارک پر (بلا روشنائی) تسمیہ لکھی اور سینۂ اقدس پر کلمۂ طیبہ لکھا، سرِ انور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا وہ مستعمل عمامہ جو بوقتِ خلافت مرحمت ہوا تھا، نصف کاٹ کر باندھا اور نصف اپنے لئے بحفاظت رکھ لیا۔

علماء اور ممتاز مذہبی شخصیتوں کے لئے سر پر عمامہ باندھنا جائز ہے (درمختار)

دیدارِ عام

بعد نمازِ مغرب کلمۂ طیبہ کی گونج میں جنازہ مکان سے اٹھا کر خیر المساجد میں پہنچایا گیا جہاں ہزاروں اشکبار آنکھیں آخری زیارت کے لئے بیقرار تھیں، یہ نہ پوچھئے کہ وہ کتنا رقت انگیز سماں تھا، مریدین و احباب کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی، فرطِ غم سے ان کی آنکھیں اشکبار تھیں، کچھ لوگ ذکرِ نفی و اثبات میں مشغول تھے۔

نمازِ مغرب کے بعد نمازِ عشاء تک دیدارِ عام جاری رہا۔ میں یہ بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ میت کی زیارت کے لئے نمازِ جنازہ سے قبل کا وقت ہونا چاہئے، اس لئے کہ نمازِ جنازہ

کے بعد برزخی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں۔

نمازِ جنازہ بعد نمازِ عشاء حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ عربیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر ہزاروں انسانوں کا اشکبار ہجوم جنازہ اٹھا کر قبرستان حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف روانہ ہو گیا، تقریباً ایک میل کا طویل راستہ کلمۂ طیبہ کے ورد اور بکثرت گلاب پاشی و گل باری کے ساتھ طے ہوا۔

رحمت کا تیری امیدوار آیا ہوں   منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل   تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

(یہ قطعہ دورانِ علالت اکثر حضرت صاحب کی زبانِ مبارک پہ جاری رہتا تھا)

تدفین قبرِ مبارک تیار ہو چکی تھی چنانچہ حضرت جدِ امجد علیہ الرحمہ کے پہلو میں علم و عمل کے عظیم پیکر، رشد و ہدایت کے مخزن، مسلکِ اہلِ سنت کے علمبردار اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ کو مسنون دعاؤں کے ساتھ قبر میں اتار دیا گیا۔

دفن کے بعد حافظ قاری عبد الحمید صاحب نے قبر کے سرہانے الٓمٓ سے مفلحون تک اور صوفی عبد الرحمٰن صاحب نے قدموں کی طرف آمن الرسول سے ختمِ سورت تک تلاوت کی، میں نے تین بار تلقین کی، مولانا حافظ حاجی سید احمد حسین صاحب نے قبر پر اذان کہی، مزارِ مبارک پر پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ وقتِ وصال سے دفن تک اکیاون کلامِ پاک اور سوا لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا گیا۔

سدا رہے نام اللہ کا

طریقہ تلقینِ میّت

کلام الامام امام الکلام

خدائے حی و قیوم کی بے اندازہ رحمتیں نازل ہوں اس نبیِ رحمت

صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے عظیم ارشادات نے مردہ دلوں کو زندگی اور زندہ دلوں کو حیاتِ ابدی بخشی، بے شمار درود و سلام اس ذاتِ قدسی صفات پر جنہوں نے فانی زندگی کو لازوال نعمتوں کی تابانیاں عطا فرمائیں مستحقِ تبریک ہیں وہ ائمۂ دین و علماءِ ملت جنہوں نے بے سہارا امتیوں کو قبر کی تاریکیوں سے بچانے کے لئے احادیثِ نبویہ کے روشن چراغ مہیا فرمائے۔

سلام ہو شریعتِ مطہرہ کے اس عظیم پاسبان پر جس نے اسلام کے خلاف بچھی ہوئی بساطِ ضلالت کو الٹ کر رکھ دیا۔

سلام ہو اس صدی کے عظیم مجدد (امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ) پر جس نے ایک طرف ملت فروش فقیہوں، خدا ناترس لیڈروں کو للکار کر ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اور دوسری طرف اپنی علمی کاوشوں اور ذہنی صلاحیتوں سے کام لے کر ملتِ اسلامیہ کے لئے دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کے لئے راہنما اصول بتائے،

سلام ہو اس پر جس نے اس زوال پذیر دنیا میں زندہ رہنے والوں کو احکامِ شریعت سکھانے کے ساتھ ساتھ موت سے ہمکنار ہونے والوں کو تلقینِ میت کا مژدہ سنایا۔

آئیے اب تلقینِ میت کا شرعی طریقہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی زبانِ قلم سے نکلے ہوئے الفاظ میں پڑھئے اور اس پر عمل کیجئے:

۱۔ "حدیث میں ہے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان فوت ہو اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے "یا فلان ابن/بنت فلانۃ" کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا، پھر کہے "یا فلان ابن/بنت فلانۃ" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا، پھر کہے "یا فلان ابن/بنت فلانۃ" وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، مگر تمہیں اس کے

کہنے کی خبر نہ ہوگی۔ پھر کہے " اُذکُر / اذکری ماخَرَجتَ / ماخرجتِ علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وانکَ / وانکِ رضیتَ / رضیتِ باللہ ربّاً و بالاسلام دیناً و بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیاً و بالقرآن اماماً ـــــــ نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

اس پر کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا تو حوّا کی طرف نسبت کرے۔

(رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)

۲۔ راشد ابن سعد و ضمرہ ابن حبیب و حکیم ابن عمیر کہ تینوں صاحب اجلہ علمائے تابعین سے ہیں، فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یا فلان قُل / قُولِی لا الٰہ الا اللہ تین بار، پھر کہا جائے قُل / قُولِی رَبِّیَ اللہُ وَ دِینِیَ الاسلام وَنَبِیِّی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقیر (امام احمد رضا) غفرہ اللہ تعالیٰ اس قدر اور زیادہ کرتا ہے: وَاعلَم / وَاعلَمِی انّ ھٰذین الذین اَتیاکَ / کِ اور یاتیٰنکَ / ک انّما ھما عبدان لایضرّان ولاینفعان الا باذن اللہ فلاتخف / تخافی ولاتحزن / نی واشھد / اشھدی اَنّ ربک / ربکِ اللہ ودینک / دینکِ الاسلام ونبیک / نبیکِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثبّتنا اللہ وایاک / کِ بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ انہ ھو الغفور الرحیم۔

(رواہ عنہم سعید ابن منصور فی سنن)

(ترجمہ) "کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فقیر نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے ہیں یا آئیں گے یہ تو بھی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے، تو نہ ڈر اور نہ غم کر اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور

تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ اور تجھ کو ٹھیک بات پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

حدیث تلقین کی تخریج و تقویت کتاب حیوٰۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصدِ دوم فصل پنجم اور رسالہ تلقین کی روایات و تنقیح مقصدِ سوم فصل سیزدہم میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۹۴)

عمر اور وقتِ وصال میں حسنِ مطابقت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ نے جس طرح عمر کے نرسٹھویں سال میں وصال فرما کر سنتِ نبوی کے دامن میں پناہ حاصل کی اسی طرح وقتِ وصال میں متابعتِ شیخ کا جلوہ دیکھئے کہ ادھر ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر وصالِ شیخ اور ادھر ۲ بجکر ۱۵ منٹ پر وصالِ محبِّ شیخ، ادھر اذانِ جمعہ کے وقت رحلت اور ادھر نمازِ ظہر کے وقت سفرِ آخرت! سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

اب میں اس مقالہ کو تاریخی جملہ پر ختم کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں:

سیرتِ مریدِ محبِّ رضا   اللہ بس باقی ہوس

۱۹۷۵ء

منقبت اعلیٰحضرت

از قلم حضرت علامہ سید افق کاظمی امروہوی مدظلہ ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مقتدائے اہلِ سنت حضرتِ احمد رضا
پیشوائے دین و ملت حضرتِ احمد رضا

عاشقِ ماہِ رسالت حضرتِ احمد رضا
صادقِ راہِ محبت حضرتِ احمد رضا

عارفِ رسمِ شریعت حضرتِ احمد رضا
سالکِ راہِ طریقت حضرتِ احمد رضا

حامیٔ توحید و سنت حضرتِ احمد رضا
ماحیٔ ہر شرک و بدعت حضرتِ احمد رضا

ناصرِ حق و صداقت حضرتِ احمد رضا
کاسرِ فرقِ بطالت حضرتِ احمد رضا

خوبصورت نیک سیرت حضرتِ احمد رضا
باوقار و ذی وجاہت حضرتِ احمد رضا

یک مفسر، یک محدث، یک فقیہِ بے بدیل
مفتیٔ اعظم بملت حضرتِ احمد رضا

آشنائے راہِ معنیٰ واقفِ راہِ مجاز
کاشفِ سرِّ حقیقت حضرتِ احمد رضا

صاحبِ تصنیف و تالیف و ادیب و نکتہ رس
قادرِ ہر صنف و صنعت حضرتِ احمد رضا

نعت گوئے سرورِ ہر دوسرا حسانِ ہند
رشکِ سحبان در بلاغت حضرتِ احمد رضا

عاشق و شیدائے اہلِ بیت و اصحابِ رسول
از صداقت و از محبت حضرتِ احمد رضا

برقِ خاطف از برائے کشت زارِ خارجی
قامعِ بیخِ ضلالت حضرتِ احمد رضا

صاحبِ فکر و نظر در کلیات و جزئیات
از روایت و ز درایت حضرتِ احمد رضا

روز و شب در شغلِ تصنیفات و تدریسِ علوم
صرف می فرمود ہمت حضرتِ احمد رضا

شرحِ صدرِ او ز تشریحاتِ فقہی روشن است
بود ماہر در شریعت حضرتِ احمد رضا

در عبادات و ریاضات و جہادِ نفس بود
محو و مستغرق بخلوت حضرتِ احمد رضا

پیرِ پیراں غوثِ اعظم را محبِّ اعظمے
دُرِّ سلکِ قادریت حضرتِ احمد رضا

عالمِ درویش سیرت عارفِ اسرارِ دیں
صاحبِ کشف و کرامت حضرتِ احمد رضا

در حجاز و در دیارِ ہند و پاکستاں افق
از مجدد یافت شہرت حضرتِ احمد رضا

مرکزی مجلس رضا

نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن - لاہور

●

مرکزی مجلس رضا - لاہور نے جو علمی خدمات سر انجام دی ہیں، وہ ہر ذی علم و صاحب فکر سنی پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں - آج تک مجلس انیس (۱۹) کتابوں کے متعدد ایڈیشن شائع کر کے دنیا کے اکثر ممالک کے ارباب علم کی خدمت میں بلا قیمت پیش کر چکی ہے - جوں جوں مجلس کا لٹریچر اہل علم کے سامنے آ رہا ہے، اس کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے اور ابھی تک متعدد مسودات رقم کی کمی کے باعث محروم طباعت ہیں -

محسن ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور ملی خدمات کے موثر تعارف کے سلسلے میں اراکین مجلس جو قابل قدر خدمات سر انجام دے رہے ہیں، اس میں مزید وسعت اسی وقت ممکن ہے، جب کہ اہل سنت و جماعت کے درد مند حضرات بھر پور تعاون فرمائیں -

---

مرکزی مجلس رضا

نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن - لاہور

سلیم الیاس پرنٹنگ پریس - لاہور